منظومات

آگہی در آگہی

رسائی کور بینوں کی متاعِ ظاہری تک ہے
نگاہِ اہلِ ایماں آگہی در آگہی تک ہے

محمد کے قدم تو ہیں حدِ امکاں سے بھی آگے
مگر معراجِ انسانی محمد کی گلی تک ہے

جو صدیوں پیش تر مہرِ ہدایت بن کے چمکا تھا
جہاں میں ہر طرف اس کی درخشانی ابھی تک ہے

بنیں جو حشر میں سامانِ راحت کام وہ کیجے
بہارِ گلشنِ ہستی کی رونق دو گھڑی تک ہے

وہی اول، وہی آخر انھیں کے نور کا جلوہ
ازل کی صبح سے شامِ ابد کی زندگی تک ہے

وہ دنیا ہو کہ عقبیٰ ہر جگہ اپنے غلاموں پر
شہِ ابرار کی شفقت حدودِ آخری تک ہے

وہی ماویٰ، وہی ملجا وہی سلطانِ عالم ہیں
انھیں کے در پہ سر اپنا جھکائے قیصری تک ہے

خدا کا شکر ہے الحاد کے اس دور میں گوہرؔ
مری فکرِ حسیں نعتِ رسولِ ہاشمی تک ہے

محمد خلیل گوہرؔ مبارکپوری

بزمِ جنت مِرے حضور کی ہے

آج بعثت مرے حضور کی ہے — شان و شوکت مرے حضور کی ہے
دیگر امت پہ برتری ہے جسے — ایسی امت مرے حضور کی ہے
جو مرے پاس ہے سب اُن کا ہے — ہر عنایت مرے حضور کی ہے
خوفِ دوزخ ہو کیسے عاصی کو — جب شفاعت مرے حضور کی ہے
پیٹ پر ہیں بندھے ہوئے پتھر — یہ قناعت مرے حضور کی ہے
کیوں نہ ہوں شادماں پیمبر سب — جب امامت مرے حضور کی ہے
حور و غلماں درود پڑھتے ہیں — خوب شہرت مرے حضور کی ہے
جو یتیمی میں کر رہے ہیں بسر — ان پہ شفقت مرے حضور کی ہے
سر نگوں ہیں حکومتیں ساری — وہ حکومت مرے حضور کی ہے
اس میں جائیں گے عاشقانِ حضور — بزمِ جنت مرے حضور کی ہے
قاب قوسین خود گواہ ہوا — رب سے قربت مرے حضور کی ہے
سوے طیبہ فروغِ دیں کے لیے — دیکھو ہجرت مرے حضور کی ہے
کیوں نہ ظلمت کے معرکے سر ہوں — جب قیادت مرے حضور کی ہے
جس پہ نازاں ہے خود سخاوت بھی — وہ سخاوت مرے حضور کی ہے
حشر کے دن جو سرخرو ہوگی — وہ جماعت مرے حضور کی ہے
حرف آئے نہ تا ابد جس پر — ایسی حرمت مرے حضور کی ہے
کہکشاں خاکِ پا سے بھی کم تر — کیا ہی رفعت مرے حضور کی ہے

نعت مہتابؔ لکھ رہا ہوں میں
مجھ پہ رحمت مرے حضور کی ہے

مہتاب پیامی